کے اور ان کے قاتلوں پر لعن طعن کر کے قیامت کے روز نہ تو ہم امام ہی سے کسی داد کی امید رکھ سکتے ہیں اور نہ ہی یہ توقع رکھ سکتے ہیں کہ ان کا خدا اس کی کوئی قدر کرے گا۔

اب دیکھنا چاہیے کہ وہ مقصد کیا تھا؟ کیا امام تخت و تاج کے لئے اپنے کسی ذاتی استحقاق کا دعویٰ رکھتے تھے اور اس کے لئے انہوں نے سر دھڑ کی بازی لگائی؟ کوئی شخص بھی جو امام حسینؓ کے گھرانے کی بلند اخلاقی سیرت کو جانتا ہے، یہ بدگمانی نہیں کر سکتا کہ یہ لوگ اپنی ذات کے لئے اقتدار حاصل کرنے کی خاطر مسلمانوں میں خونریزی کر سکتے تھے۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے ان لوگوں کا نظریہ ہی صحیح مان لیا جائے جن کی رائے میں یہ خاندان حکومت پر اپنے ذاتی استحقاق کا دعویٰ رکھتا تھا تب بھی حضرت ابوبکرؓ سے لے کر امیر معاویہ تک پچاس برس کی پوری تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ حکومت حاصل کرنے کے لئے لڑنا اور کشت و خون کرنا ہرگز ان کا مسلک نہ تھا۔ اس لئے لامحالہ یہ ماننا ہی پڑے گا کہ امام عالی مقام کی نگاہیں اس وقت مسلم معاشرے اور اسلامی ریاست کی روح اور اس کے مزاج اور اس کے نظام میں کسی بڑے تغیر کے آثار دیکھ رہی تھیں جسے روکنے کی جدوجہد کرنا ان کے نزدیک ضروری تھا، حتیٰ کہ اس راہ میں لڑنے کی نوبت بھی آ جائے تو وہ نہ صرف جائز بلکہ فرض سمجھتے ہیں۔

وہ تغیر کیا تھا؟ ظاہر ہے کہ لوگوں نے اپنا دین نہیں بدل دیا تھا۔ حکمرانوں سمیت سب لوگ خدا اور رسول اور قرآن کو اسی طرح مان رہے تھے جس طرح پہلے مانتے تھے۔ مملکت کا قانون بھی نہیں بدلا۔ عدالتوں میں قرآن و سنت ہی کے مطابق تمام معاملات کے فیصلے بنی امیہ کی حکومت میں بھی ہو رہے تھے، جس طرح ان کے برسر اقتدار آنے سے پہلے ہوا کرتے تھے بلکہ قانون میں تغیر تو انیسویں صدی عیسوی سے پہلے دنیا کی مسلم حکومتوں میں سے کسی کے دور میں بھی نہیں ہوا۔ بعض لوگ یزید کے شخصی کردار کو بہت نمایاں کر کے پیش کرتے ہیں جس سے یہ عام غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے کہ وہ تغیر جسے روکنے کے لئے امام کھڑے ہوئے تھے، بس یہ تھا کہ ایک برا آدمی برسر اقتدار آ گیا تھا لیکن یزید کی سیرت و شخصیت کا جو برے سے برا تصور پیش کرنا ممکن ہے اسے جوں کا توں مان لینے کے بعد بھی یہ بات قابلِ تسلیم نہیں ہے کہ اگر نظام صحیح بنیادوں پہ قائم ہو تو محض ایک

برے آدمی کا برسرِ اقتدار آجانا کوئی ایسی بڑی بات ہو سکتی ہے جس پر امام حسین جیسا دانا و زیرک اور علم شریعت میں گہری نظر رکھنے والا شخص بے صبر ہو جائے۔ اس لئے یہ شخصی معاملہ بھی وہ اصل تغیر نہیں ہے جس نے امام کو بے چین کیا تھا۔ تاریخ کے غائر مطالعہ سے جو چیز واضح طور پر ہمارے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ یزید کی ولی عہدی اور پھر اس کی تخت نشینی سے دراصل جس خرابی کی ابتدا ہو رہی تھی وہ اسلامی ریاست کے دستور اور اس کے مزاج اور اس کے مقصد کی تبدیلی تھی۔ اس تبدیلی کے پورے نتائج اگرچہ اس وقت سامنے نہ آئے تھے لیکن ایک صاحبِ نظر آدمی گاڑی کا رُخ تبدیل ہوتے ہی یہ جان سکتا ہے کہ اب اس کا راستہ بدل رہا ہے اور جس راہ پر یہ مڑ رہی ہے وہ آخر کار اسے کہاں لے جائے گا۔ یہی رخ کی تبدیلی تھی جسے امام نے دیکھا اور گاڑی کو پھر سے صحیح پٹڑی پر ڈالنے کے لئے اپنی جان لڑا دینے کا فیصلہ کیا۔

تصحیح

ترجمان القرآن کے شمارہ ذیقعدہ ۱۴۰۴ھ کے صفحہ نمبر ۱۸ پر مولانا خلیل حامدی صاحب کے سفرنامۂ فلپائن میں استعمال شدہ صحیح آیت یوں ہے:-

وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ..... الخ

(الانفال - ۶۳)

عورت کی دِیت کا مسئلہ

پروفیسر محمد طاہر القادری کے بیانات پر تبصرہ

از جناب مولانا گوہر رحمٰن صاحب شیخ الحدیث ۔ مدرسہ تفہیم القرآن، مردان

عورت کی دیت کا مسئلہ کافی عرصہ سے زیر بحث ہے ۔ اہل سنت والجماعۃ کے پانچوں فقہی مکاتب فکر حنفیہؒ، شافعیہؒ، مالکیہؒ، حنابلہؒ اور اہل ظاہر (غیر مقلدین) کی متفقہ رائے یہی ہے کہ عورت کے قتلِ خطا کی دیت نصف ہے ۔ شیعہ حضرات کی فقہ جعفریہ میں بھی عورت کی دیت نصف ہے ۔ اور ابن علیہؒ اور الاصم کے مبینہ قول کے علاوہ پوری اُمتِ مسلمہ کا تعامل و تواتر اور سنت خلفاء راشدینؓ[1] بھی یہی ہے ۔ حکومتِ پاکستان کی اسلامی نظریاتی کونسل اور مجلسِ شوریٰ کی رائے بھی قوم کو معلوم ہو گئی ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے ۔ ملک کے اندر اور باہر مختلف مکاتبِ فکر کے جو مستند مراکزِ فتویٰ اور تعلیمی و تحقیقی ادارے ہیں ان مراکز اور اداروں کا فتویٰ بھی عورت کی دیت کے نصف ہونے کے حق میں ہے ۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اس مسئلے کو زیرِ بحث ہی نہ لایا جاتا ، اس لیے کہ یہ اہل سنت اور اہل تشیع کے درمیان اجماعی مسئلہ ہے اور اس کی دلیل سنتِ رسولؐ ، سنتِ خلفاء راشدینؓ ، اجماع صحابہؓ اور تعامل اُمت ہے لیکن حیرت بھی ہے اور افسوس بھی کہ جناب پروفیسر محمد طاہر القادری صاحب کو ائمہ اربعہ اور تعامل اُمت سے

[1] حدیث : علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین (ابن ماجہ)